ڈاکٹر محمد افضال بٹ

صدر شعبہ اردو ،جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

اردو زبان و ادب اور پاکستانیت

Urdu language and literature and Pakistaniyat

Short after the creation of Pakistan, hot debates started about the identity of Pakistani literature and culture. With the passage of time, Pakistani literature developed its unique identity from from cultural, linguistic and scholarly perspectives. Shortly, Pakistani literature started to illustrate a special tone and mood of its own .This helped Pakistani literature make itself compatible with Pakistani culture, regional culture, national though and dreams of the people. To explore this, a brief overview of impact of pakistaniyat on Urdu literature will be presented.

Key words: Creation, Debates, Cultural, Linguistic, Literature.

زبان انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے جس کا اوتار کوئی شے نہیں ہو سکتی۔ زبان اظہار کا سب سے اعلیٰ اور موئثر ذریعہ ہے انسانی زندگی میں اس کا کردار واضح اور بیّن ہے۔ زبان ہی نے انسان کو معرفتِ خداوند کریم سے روشناس کرایا ہے۔ زبان کی کوکھ سے شعر و ادب، فلسفہ، سائنس کی ایجادات اور باہمی تعارف و پہچان نے جنم لیا۔ اس حقیقت سے انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کی بقا کا سبب زبان میں مخفی ہے۔ زبان کی ترقی قوموں کی ترقی کا سبب ہے۔ زبان ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے ہم نہاں خانۂ دل کے لطیف اور خفیف جذبات کا اظہار کرنے پر قادر ہیں۔ اگر زبان کا ذخیرۂ الفاظ وسیع تر ہو گا تو اس زبان میں جذبات کا ابلاغ آسان ہو گا۔ زبان کے دامن میں الفاظ کو پناہ ملتی ہے اور اس طرح دوسری زبانوں کے الفاظ اس کے اندر شامل ہوتے ہیں، جس سے اس کا دامن افہام و تفہیم میں وسعت پذیر اور ہمہ گیر ہوتا ہے اور زبان میں علم و ادب کا سرمایہ فروغ پاتا ہے۔[۱] اُردو پاکستان کے اتحاد، سالمیت اور یکجہتی کی ضمانت ہے اور ہماری ملّی تاریخ کی ایک قابلِ فخر میراث ہے۔

اُردو ایک لشکری زبان ہے جو ہندی، سنسکرت، فارسی اور عربی الفاظ و تراکیب اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان کا ایک کا دامن بہت وسیع ہے اُردو زبان و ادب کا سرمایہ دراصل برصغیر پاک و ہند کی مخلوط تہذیبوں کا ایک مشترکہ سرمایہ ہے جس کا تہذیبی پس منظر تو ایک ہے مگر دو مختلف معاشروں کا ترجمان ہے۔

اُردو ادب کا سرمایہ نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہے۔ جس طرح ہر زندہ زبان کا ادب مختلف ادوار میں، مختلف زبانوں اور ان کے ادبیات کے اثرات قبول کر کے اپنی شکل بدلتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ یوں اُردو زبان و ادب نے ترقی کے مختلف مدارج طے کیے۔ اور آج یہ زبان دنیا کی تیسری بڑی بولی جانے والی زبان ہے۔ اُردو زبان و ادب نے جو اثرات قبول کیے اپنی ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے اس بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی کتاب "ارسطو سے ایلیٹ" تک میں لکھتے ہیں۔

> "یہ ہندی روایت" سوکھ گئی اور اس سے کچھ لیا جا سکتا تھا لیا جا چکا تو پھر اُردو نے فارسی زبان و ادب اور عربی و ترکی اثرات سے نئی شکل پیدا کی ۔ ان زبانوں اور ان کے ادبیات کے کلچے نے اس میں ایک نئی شائستگی، نرمی اور حسن و جمال کو جنم دیا۔ انیسویں صدی میں اس نے انگیریزی زبان و ادب کے اثرات سے اپنے وجود کو نئی زندگی دینے کا عمل شروع کیا۔"(۲)

لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اُردو زبان و ادب نے دوسری زبانوں جیسے فارسی، عربی، سنسکرت اور انگریزی زبانوں کا اثر قبول کیا اور انہیں اثرات کی بدولت نئی شکل اختیار کی۔ اس زبان پر جن دو زبانوں نے خصوصی اثرات مرتب کیے وہ عربی اور فارسی زبانیں تھیں۔ ان زبانوں کی مسلمانوں سے زیادہ نسبت ہونے کی بنا پر اُردو کو بھی مسلمانوں کی زبان سمجھا گیا۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے مطابق:

> "اُردو کا سنگ بنیاد دراصل مسلمانوں کی فتح دہلی سے بہت پہلے رکھا جا چکا تھا یہ اور بات ہے کہ اس نے اس وقت تک ایک مستقل زبان کی حثیت حاصل نہیں کی۔ جب تک مسلمانوں نے اس کو اپنا پایہ تخت نہ بنالیا۔(۳)

اگرچہ اُردو زبان و ادب کی ترقی و نشو و نما میں مسلمانوں کا اہم کردار ہے۔ انہوں نے اُردو زبان و ادب کی تخلیقی اور اشاعتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لیے کافی کام کیا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد اُردو زبان و ادب کی جڑیں مضبوط کرنے میں برطانوی حکمت عملی کارگر رہی۔ جن نے برصغیر پاک و ہند خاص طور پر پنجاب میں چھوٹی عدالتوں

، دفاتر اور مدارس میں اُردو زبان کو باقاعدہ طور پر رائج کیا گیا۔ "یہ سب کچھ برطانوی حکمت عملی کی وجہ سے ممکن ہوا۔ بہ صورت دیگر اُردو زبان یہاں کبھی تیزی سے حرکت میں نہ آسکتی تھی۔ برطانوی حکمت عملی سے اگرچہ اُردو زبان و ادب کی تخلیقی و اشاعتی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا اور اُردو زبان کو فروغ ملا پھر بھی تقسیم ہند کے وقت یہ پاکستان یعنی مسلمانوں کی زبان ٹھہری۔ آج اُردو زبان و ادب کے شعری و نثری اضافے میں سر زمین پاکستان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

ادب کسی بھی معاشرے اور تہذیب کی عکاسی کرتا ہے قوموں کی بقاء اور حیات میں ادبی سرمائے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ادب کسی قوم کی ذہنی، فکری، تہذیبی اور نظریاتی رویوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ ادیب ادب کی تخلیق کرتے وقت الفاظ کا ایسا چناؤ کرتا ہے جس سے اپنے خیالات، احساسات و جذبات کا اظہار اس پیرائے میں کرتا ہے کہ پڑھنے والے کو اس سے دل چسپی پیدا ہو جائے۔

ادب اپنی ذات کا ہی مکاشفہ نہیں، ایک ایسا تہذیبی وظیفہ بھی ہے جس سے افراد کے باطنی چہروں اور رویوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی چہرے اور رویے، قومی شناخت اور قومی ثقافت کی اندرونی پرتیں بھی اجاگر ہوتی ہیں۔ ادب اپنی جغرافیائی ثقافتی خوشبو اور حال کے تضادات سے ہم آہنگ ہو کر ایسے امکانات پیدا کرتا ہے جس سے نہ صرف مستقبل کی طرف پیشرفت ہوتی ہے بلکہ اجتماعی ہیت کو ابھارنے اور سنوارنے کا جذبہ بھی سر اٹھاتا ہے۔[۴]

گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ادب وتطیف فن ہے جس کے ذریعے ادیب جذبات و افکار کو اپنے خاص نفسیاتی و شخصیاتی خصائص کے مطابق نہ صرف ظاہر کرتا ہے بلکہ اپنے الفاظ کی بدولت سے زندگی کے داخلی اور خارجی حقائق کی روشنی میں ان کی ترجمانی اور تنقید بھی کرتا ہے اور اپنے تخیل سے کام لے کر اظہار و بیان کے لیے مسرت بخش اور موثر پیرائے اختیار کرتا ہے، جس سے سامع و قاری کا جذبہ تخیل بھی تقریباً اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح خود ادیب کا اپنا تخیل و جذبہ متاثر ہوتا ہے۔

ادب ہماری زندگی کو فطری طور پر آزاد بناتا ہے اس کی بدولت نفس کی تہذیب ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ادب ایک طرف ہمیں خوب صورت پیرایہ اظہار سے محظوظ کرتا ہے تو دوسرے طرف زندگی کا علم و عرفان بھی عطا

کرتا ہے۔ ادب ایک تخلیقی عمل ہے جس کا ہماری زندگی سے گہرا اور براہ راست تعلق ہے مختصر یہ کہ زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔ اسے کسی طور ہر زندگی سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

ادب ایک سماجی عمل ہے،اس کے وسیلے سے مختلف سماجوں اور معاشروں نے اپنے مجموعی انداز فکر، مختلف رویوں، اپنی ثقافت اور اپنے شعور کا اظہار کیا ہے۔۔۔۔ ادب معاشرے کی تعمیر و تشکیل میں حصہ لیتا ہے اور سماجی، معاشی، فکری، تہذیبی، تمدنی میلانات اور رجحانات پر اثر ڈالتا ہے اور نوع انسانی کے جذبات و مقدرات کی تہذیب و تطہیر انفرادی کاوش ہوتے ہوئے بھی اپنے حلقہ اثر کے اعتبار سے ایک اجتماعی ادارہ ہے۔(۵)

اُردو زبان و ادب اور پاکستانیت کا بہت گہرا رشتہ ہے اس لیے کہ قیام پاکستان کے بعد اُردو زبان کو قومی زبان بنا تسلیم کیا گیا تھا۔ پاکستان کی جغرافیائی حدود میں اُردو کی روایت بہت قدیم ہے۔ جس کی وجہ سے اُردو زبان کو رابطے اور بول چال کی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح کسی قوم اور ملک کا ادب اس کی اجتماعی زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسی طرح اُردو ادب میں پاکستانیت کے خدوخال نمایاں ہیں۔ پاکستانی ادب جس میں پاکستان کی روایات، حالات، تہذیب، وثقافت پس منظر اور پیش منظر مکمل مطابقت کے ساتھ موجود ہے۔

ہم کہ سکتے ہیں پاکستان کے ادب کی تاریخ ایک لحاظ سے پاکستان کی ہی سیاسی و سماجی تاریخ ہے۔ پاکستانی ادب ایک مخصوص لب و لہجہ اور مخصوص ماحول کا حامل ہے اور اس کے ادیبوں کی تحریروں میں قومی تشخص یعنی پاکستانیت روزِ روشن کی طرح عیاں نظر اتی ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ پاکستانی ادیب کا لکھا ہوا وہ ادب جس میں پاکستانی قوم کے مسائل و ابتلاء کا تذکرہ ہو یا جس سے پاکستانی قوم کا تشخص اُجاگر ہو اسے پاکستانی ادب قرار دیا جاسکتا ہے

ایسا ادب جس میں پاکستانی قوم کے مسائل اور ابتلاء کا ذکر کیا جائے جو ثقافتی، لسانی، تہذیبی، معاشی اور معاشرتی ہوں خواہ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں پاکستانی ادب کے زمرے میں آئے گا۔

> "پاکستانی ادب سے مراد وہ ادب ہے جو پاکستان کے وجود، پاکستان کے وقار اور پاکستان کے نظریے کا اثبات کرتا ہو اور جو پاکستان کے تہذیبی اور تاریخی مظاہر کا ترجمان ہو اور

جو یہاں کے کڑوروں باشندوں کی امنگوں اور آرزوں نیز شکستوں اور محرومیوں کا غیر جانب دار عکاس ہو۔ ظاہر ہے اس صورت میں پاکستانی ادب ہندوستانی ادب یا ایرانی ادب یا چینی ادب یا انگریزی ادب وغیرہ سے مختلف ہو گا۔"(٦)

پاکستانی ادب میں ہمیں مٹی سے محبت اور مذہب سے گہرے جذبات وابستہ نظر آتے ہیں۔ علامہ محمد اقبال کی شاعری اس سلسلے کی بہترین مثال ہے۔ جس میں وطن سے محبت اور مذہب سے وابستگی ہمیں جابجا نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری نے اردو زبان و ادب میں ایک الگ مقام پیدا کیا ہے اور اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج میں اقبالؔ کا بہت بڑا حصّہ رہا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اردو کا شعری ادب علامہ اقبالؔ کے بنا ادھورا ہے پر جتنی تحقیقات ہوئی ہیں، جتنے سمینار اور کتابیں شائع ہوئی ہیں آج تک اردو کے کسی بھی شاعر کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد تخلیق ہونے والے ادب میں ہمیں ارض پاکستان اور اسلامی نظریات کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ اس ملی و مذہبی اساس کو ڈاکٹر محمد شاہین، ڈاکٹر جمیل جالبی، ممتاز شیریں سجاد باقر رضوی اور سلیم احمد نے اپنے مضامین سے تقویت بخشی ہے۔ اس کے علاوہ شاعری میں وزیر آغا کی بیش تر علامتیں اراضی ثقافتی پس منظر کی حامل ہیں۔ جب کہ غلام الثقلین نقوی کے افسانوں میں وطن محض ایک خطہ زمین نہیں بلکہ سانس لیتا ہوا ایک زندہ کردار ہے۔ جو اپنے تاثر کا اظہار بھی کرتا ہے۔ افسانہ نگاری میں وطن سے محبت، مٹی سے لگاؤ کو غلام الثقلین نقوی کے علاوہ صادق حسین رشید امجد اور مشتاق قمر نے بھی بہت عمدگی سے پیش کیا ہے جہاں تک بات صادق حسین کے افسانوں کی ہے تو اس میں ہمیں پاکستانی آرزوں، ولولوں اور تمناؤں کے اظہار ملتے ہیں

اگر مشتاق قمر کے افسانوں میں ہمیں ایسے کردار نظر آتے ہیں جو ارضِ وطن پر جان قربان کرنے کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔ رشید امجد کے افسانے بھی اس سلسلے کی ایک مظبوط کڑی ہیں انہوں نے بھی اپنے افسانوں وطن سے محبت اور مٹی کا حق ادا کیا بلاشبہ ان کے افسانے اردو ادب میں ایک اہم سنگِ میل کی حثیت رکھتے

ہیں۔ اس کے علاوہ مشتاق قمر، جمیل آذر ڈاکٹر غلام حسین اظہر اور سجاد نقوی کی تنقید میں آسمانی اور زمینی عناصر کا امتزاج موجود ہے

> "انشائیہ ارضی مظاہر اور ثقافتی نقوش کو بار بار مس کیا اور لطافت اور شگفتگی کی فضا میں فرد کو زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کیا ڈاکٹر وزیر آغا۔ مشتاق قمر، جمیل آذر، غلام جیلانی اصغر، سلیم آغا قمر لباس اور کامل القادری کے انشائیے کو ہی مسرت افزا انداز میں پیش کرتے ہیں۔"(۷)

اردو ادب میں پاکستانیت کا عنصر ادب کے لیے ضروری ہے کہ جو سرزمین پاکستان میں تخلیق ہو بلکہ اس کے نئے تقاضوں، حالات اور نئے ماحول کی عکاسی نظر آتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ترقی پسند تحریک جے زوال کی تقسیم ہند کے بعد ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ نئے مسائل اور نئے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکے۔ چناں چہ قیام پاکستان کے بعد اردو میں جو تحریک رونما ہوئی وہ پاکستانی ادب کی تحریک تھی۔ اس نے حلقہ ارباب ذوق کیے مثبت زاویوں کی توسیع کی۔ اس تحریک میں جہاں وطن سے گہری وابستگی کا تصور ریاست سے وفاداری کا عنصر شامل ہے۔ وہاں اس تحریک میں پاکستانی ادب کا مسئلہ بھی پیدا کیا۔

تقسیم ہند نے جس طرح پاکستان اور بھارت کے درمیان جغرافیائی اور نظریاتی لحاظ سے ایک خطِ فاصل کھینچا تھا، اسی طرح اس نے اُردو کی لسانی، ادبی اور فکری تاریخ کو بھی الگ الگ حصوں میں تقسیم کیا۔ شاعروں اور ادیبوں کا روحانی کرب اور قلبی انتشار تحریروں میں نظر آیا اسی کا نتیجہ تھا کہ تمام اصناف ادب میں اس کا احساس نمایاں طور پر اُجاگر ہوا۔ پاکستانی ادب کو نہ صرف تقسیم ہند نے متاثر کیا بلکہ قومی و ملی شاعری کو پاکستان میں رونما ہونے والے بعض اہم اور دور رس سیاسی واقعات و انقلابات نے بھی بہت متاثر کیا۔ بالخصوص ۱۹۵۸ء کے فوجی انقلاب نے شاعروں میں عدم تحفظ کے احساس کو پیدا کیا اور ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں نے ان میں نیا عزم وولولہ پیدا کیا جن سے حب الوطنی اور قومی شعور کو بیدار ہوا۔ ملی شاعری میں اقبال کے بعد اس روایت کو اثر "اصبہائی" امین خزیں، محمود اسرائیلی اور انس ملتان نے آگے بڑھایا۔ فیض احمد فیض، ناصر کاظمی کی شاعری میں ملی رنگ جھلکا۔

اگرچہ پاکستانیت کے اثرات دیگر اصناف ادب کی نسبت ناول اور افسانے میں پائے جاتے۔ کیوں کہ اس میں جس میں موضوعات کا تنوع ہے۔

پاکستان بننے کے کے کچھ ہی عرصہ بعد پاکستانی ادب کی شناخت اور پاکستانی ثقافت کی بحثیں شروع ہو گئیں حسن عسکری اور ممتاز شریں نے پاکستانی ادب کی شناخت کا مسئلہ اٹھایا اور نیا دور میں اس موضوع پر مسلسل مضامین لکھے۔ تنقیدی حوالے سے یہ دور بڑی بحثوں کا دور ہے۔ تخلیقی سطح پر بھی اس زمانے میں بڑا افسانہ لکھا گیا اپنے بڑے ناموں کی وجہ سے یہ دور پاکستانی افسانے کا دور ہے۔ اس وقت کے بڑے لکھنے والوں میں منٹو، احمد ندیم قاسمی، میرزا ادیب، غلامعباس، ممتاز مفتی، قدرت اللہ شہاب، عزیز احمد، ممتاز شریں، حجاب امتیاز علی، اے حمید، شوکت صدیقی، ابوالفضل شامل ہیں۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک نئی نسل افسانے میں داخل ہوئی جس نے جلدی اپنا اعتبار قائم کرالیا ان میں انتظار حسین، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، حاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، الطاف فاطمہ، جمیلہ ہاشمی، غلام الثقلین نقوی، صادق حسین، اور مسعود مفتی وغیرہ شامل ہیں ان لوگوں نے مختلف موضوعات پر کہانیاں لکھ کر افسانے کے موضوعاتی کینوس کو وسیع کیا۔(۸)

اُردو میں پاکستانی افسانے کی روایت کا آغاز فسادات کے موضوع کے ساتھ ہوا۔ اُردو افسانے میں لاکھوں انسانوں کی نقل مکانی، قتل وغارت لوٹ مار اور عصمتوں پر حملے کو جس افسانہ نگار نے سب سے بہترین انداز میں پیش کیا وہ منٹو تھا۔ انہوں نے فسادات کے موضوع پر بہت زیادہ لکھا بلکہ سب سے زیادہ لکھا۔ اس کا شہرہ آفاق افسانہ "ٹوبہ ٹیک سنگھ" ہے۔ منٹو کے علاوہ جن افسانہ نگاروں نے فسادات کو موضوع بنایا اس میں احمد ندیم قاسمی کی ایک کہانی "پرمیسرسنگھ" قدرت اللہ شہاب کی "یاخدا: خدیجہ مستور کی " ٹامل ٹوٹے" اور انتظار حسین کی "بن لکھی رزمیہ" وغیرہ بھی شامل ہیں۔ تقسیم کے بعد ہجرت کو بھی پاکستانی افسانہ نگاروں نے موضوع بنایا۔ اگر افسانہ نگاری کے حوالے سے پچاس کی دہائی کا ذکر کیا جائے تو اسے اُردو افسانے کے انحطاط کا زمانہ سمجھا جائے گا۔ جب حقیقت نگاری کی شکل تبدیل ہو کر رومانی عناصر کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے جب کہ ۶۰ اور ۷۰ کی دہائیوں میں پاکستانی ادب میں حب الوطنی کا رجحان نمایاں نظر آیا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں پر افسانے بھارت میں بھی لکھے گئے مگر یہ

افسانے وہ موثر فضاء پیدا نہ کر سکے جو بڑے ادب کی تخلیق کے لیے ضروری ہے۔ان جنگوں نے پاکستانیوں کے جذبہ و احساسات کو کہیں زیادہ متاثر کیا اسی اعتبار سے اس المیہ پر لکھے جانے والے افسانے اپنے احساس و تاثر کے لحاظ سے زیادہ گہرے اور پاکستانیت سے زیادہ قریب بھی ہیں۔ان میں پایا جانے والا درد و کرب پوری قوم کے درد و احساس کی ترجمانی کرتا ہے اس سلسلے میں لکھے گئے افسانوں میں انتظار حسین کا "سینڈ راونڈ" اور ندیم قاسمی کا افسانہ "کپاس کا پھول" بہترین مثالیں ہیں۔ ۱۹۷۱ء ہونے والے سقوط ڈھاکہ نے ہمارے افسانے کو بھی متاثر کیا۔ انتظار حسین نے اس واقع کے پس منظر میں بہت کچھ لکھا۔ اس ضمن میں "شہر افسوس" اور "دوسری دیوار" کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ رشید امجد کی کہانی "ڈوبتی پہچان" مسعود اشعر کی "دکھ جو مٹی نے دیئے" ڈاب اور بیئر کی ٹھنڈی بوتلیں "شہزاد منظر کی "یوٹوپیا" بھی سقوط ڈھاکہ کے زیر اثر تخلیق ہوئیں۔ سقوط ڈھاکہ کے علاقہ ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء نے بھی افسانہ نگاری پر اپنا عکس چھوڑا۔ اس عہد میں ڈاکٹر اعجاز راہی کا مرتبہ مجموعہ "گواہی" ایک عمدہ مثال ہے۔

"پاکستانیت کے حوالے سے بھی ہمارا افسانہ، دیگر اصناف یہاں تک کے ناول کے مقابلے میں بھی زیادہ باثروت ہے۔ سماجی حقیقت نگاری کی جو مکمل اور واضح تصویر ہمیں افسانہ میں نظر آتی ہے وہ دوسری تمام اصناف کے مقابلے میں مثالی ہے۔ قیام پاکستان سے قبل کا ہندوستانی افسانہ اپنے عصری مسائل، اظہار و حقائق اور ہندوستانیت کے عناصر کو پیش کرنے میں بھی اسی طرح مثالی رہا۔ پاکستان میں لکھے جانے والے افسانہ کو ورثہ میں یہی صفات ملیں۔ لیکن اب موضوعات، ماحول اور کردار اس کے اپنے ہیں۔"[۹]

قیام پاکستان کے بعد فسادات کا المیہ ،اور ہجرت کے کرب نے تمام برصغیر میں معاشرتی نا ہمواری پیدا کر دی۔ بالخصوص پاکستان میں خارجی مسائل کو حل کرنے کی طرف تو بھر پور توجہ دی گئی۔جب کہ باطنی مسائل کو نظر انداز کر دیا گیا۔اس وجہ سے مہاجرین کو نئی سرزمین پر خارجی اور داخلی دونوں طرح کے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ انھیں اپنے خوابو ں کی تکمیل ہوتی دکھائی نہ دی۔ ان پر مایوسی کا عالم طاری ہو گیا۔یوں ناول میں فسادات کے بعد جس موضوع کو زیادہ اہمیت دی گئی وہ ہجرت کا

کرب ،اسلاف کی سر زمین اور مخصوص تہذیب و ثقافت سے بچھڑنے کا غم تھا۔شہزاد احمد منظر ہجرت کرنے والے ادیبوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پاکستان کے افسانوں اور ناولوں میں ہجرت کے کرب کا اظہار ان ادیبوں نے کیا جو ہجرت کر کے نئے ملک پاکستان آئے تھے۔۔۔انہوں نے ہجرت تو کی مگر اپنی یادوں میں آبائی وطن کو بسائے رکھا۔ یہ بات خاص طور پر ہندوستان سے آئے ہوئے ادیبوں کی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ کرب اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب انہیں اور ان کی طرح دوسرے لوگوں کو ان کی امیدوں اور خوابوں کی سرزمین پاکستان میں اپنی حیثیت کا احساس ہوتا ہے۔ (۱۰)

تقسیم ہند نے جس طرح اُردو افسانہ پر پاکستانیت کی چھاپ چھوڑی بالکل اسی طرح اُردو ناول میں بھی فرقہ وارانہ فسادات، قتل و غارت، عورتوں کی آبروریزی کو موضوع بنایا گیا۔ اس دور میں جن ناول نوسیوں نے فرقہ وارانہ فسادات پر ناول لکھے ان میں رشید اختر ندوی کا "پندرہ اگست" نسیم حجازی کا "خاک وخون" رئیس احمد جعفری کا "مجاہد" قیس رام پوری کا "خون" "بے آبرو" اور فردوس" اہم اسلم کا "رقص ابلیس" قدرت اللہ شہاب کا "یا خدا" اور "انسان مر گیا" وغیرہ شامل ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد سب سے اہم لکھا جانے والا ناول قرۃ العین حیدر کا ناول "میرے بھی صنم خانے" تھا جو ہندو مسلم فسادات کے پس منظر میں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ ان کے ناول "سفینہ غم دل" نے بھی بلاشبہ جدت کا احساس دلایا۔ مشرقی پاکستان کی علیحد گی کے پس منظر میں لکھے جانے والا ناولوں میں سلمیٰ اعوان کا ناول "تنہا" رضیہ فصیح احمد کا "صدیوں کی زنجیر" الطاف فاطمہ کا "چلتا مسافر" کرنل زور ظفر کا "ماتم شہر آرزو" قابل ذکر ہیں۔ ان بیان کردہ مصنفین اور تصانیف کے علاوہ اردو ادب میں بے شمار ایسے ناول ہیں جن میں پاکستانیت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اُردو ناول میں پاکستانیت حوالے سے ڈاکٹر نوازش علی کچھ یوں لکھتے ہیں۔

"تقسیم ہند سے متعلق ماجرا اور داخلی کرب مل کر ایسے اسلوب تشکیل کرتے تھے جس میں دلچسپی قائم رہتی ہے اور ناول ایک گہری تخلیقی سرگرمی کے طور پر ایک قدم اور آگے بڑھتا نظر آتا ہے"(۱۱)

اُردو غزل اور پاکستانیت:

جہاں افسانہ نگاری اور ناول کو بالخصوص تقسیم ہند سقوط ڈھاکہ ۱۹۶۵، ۱۹۷۱ کی جنگوں، ۱۹۷۷ کے مارشل لاء نے متاثر کیا وہاں اس کے اثرات نظم و غزل پر نظر آئے۔ آزادی اور قیام پاکستان کے بعد غزل میں جو موضوعاتی اضافہ فوری طور پر ہوا وہ ہجرت اور اس کے دوران ہونیوالے انسانیت کش فسادات کا تھا۔ یہ موضوعات غزل میں آئے تو اس میں بھی ایک بڑی المیہ لہر آگئی۔ ہجرت کرنے والے تقریباً سبھی شعرا نے ان موضوعات کا اظہار اپنی غزلوں میں کیا ان موضوعات پر تینوں نسلوں کے شاعر جس میں ایسے شعراء جو قیام پاکستان سے پہلے اپنی شناخت بنا چکے تھے (حفیظ جالندھری، فیض احمد فیض، ناصر کاظمی، احسان دانش، قتیل شفائی، احمد ندیم قاسمی، صوفی تبسم، عبد الحمید عدم شریف کنجاہی)، وہ شعراء جو قیام پاکستان کے نزدیک متعارف ہو چکے یا ہو رہے تھے (ادا جعفری، میر نیازی، ناصر کاظمی، حبیب جالب، مصطفیٰ زیدی، جمیل الدین عالی، سلیم احمد، ابن انشاء، سیف الدین سیف، قیام پاکستان کے بعد شعر گوئی کا آغاز کرنے والے شعراء (شکیب جلالی، ظفر اقبال، مظفر وارثی، محسن بھپالی، اقبال کوثر) شامل ہیں۔ آزادی کے بعد دوسرا بڑا دور ملک گیر مارشل لاء ۱۹۵۸ء میں سقوط مشرقی پاکستان دسمبر ۱۹۷۱ء تک کا ہے۔ ان سارے واقعات نے غزل سمیت پاکستانی اُردو ادب پر نمایاں اثرات چھوڑے۔ فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، منظور عارف، عزیز حامد مدنی، حبیب جالب اور بہت سے ترقی پسند شاعروں نے اس کے خلاف (مارشل لاء) ردِ عمل کا اپنی اپنی غزلوں میں اظہار بھی کیا۔ اُردو غزل میں پاکستانیت کے اثرات کے بارے میں ڈاکٹر نوازش علی یوں لکھتے ہیں۔

"پاکستان کے قیام کے ساتھ ہماری سرزمین پر جو مختلف نوع کی تبدیلیاں آئیں ان کے دور رس اثرات ۱۹۴۷ میں اور اس کے بعد پاکستان میں پیدا ہونے والی نسلوں پر بھی پڑے۔ اس نسل بالعموم ۱۹۶۵ء کے بعد شعر گوئی کا آغاز کیا اور ۱۹۷۰ء کے قریب اس

کے بعد پاکستانی گیر سطح پر متعارف ہوئے۔ اس وقت تک پاکستان کے اُردو ادب میں روایت پرستی کافی کمزور ہو چکی تھی اور ترقی پسندی اور نے اپنے ارتقاء کے اہم مرحلے طے کت لیے تھے۔"(۱۲)

اُردو نظم میں پاکستانیت کے اثرات کے حوالے سے ڈاکٹر نوازش علی مزید کہتے ہیں:

"قیام پاکستان سے پہلے کی مسلمان پنجابی شاعروں کی اُردو نظم کی منفرد شناخت کے شعر کی پیش روہے۔ جس میں ایک بڑے دھارے کا اضافہ، قیام پاکستان کے بعد بھارت سے آنے والے اُردو جمیعت کی نظم گوئی سے ہوا۔ ان دونوں دھاروں میں اشتراک کے ساتھ بوجہ اختلاف کے رنگ تھی موجود ہیں جن کی شناخت ایک الگ موضوع ہے"(۱۳)

اس بنیاد اور پس منظر کے ساتھ پاکستان میں اُردو نظم کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا دور ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ءتک دوسرا دور ۱۹۵۸ء سے ۱۹۷۱ءتک، تیسرا دور ۱۹۷۲ء سے حال تک۔ پہلے دور کے سارے نمایاں نظم نگار زبان و بیان کی اس جدید روایت سے کم مخرف نظر آتے ہیں جو قیام پاکستان سے پہلے قائم ہو چکی تھی اس دور کے نظت نگاروں میں ن م راشد، فض احمد فیض، متوم نظر، مجید امجد، منیر نیازی، ظہیر کاشمیری، وزیر آغام احمد ندیم قاسمی شامل۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے ساتھ نظم سمیت پاکستانی شاعری کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور کے اہم نظم نگار انیس ناگی، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، امجد اسلام امجد، آفتاب اقبال، خالد احمد، امجد اسلام امجد شامل ہیں ۱۹۷۲ء میں شاعری کا نیا دور شروع ہوا۔ اس دور میں سقوط مشرقی پاکستان اور پھر طویل مارشل لاء کے باعث موضوعات کا اضافہ ضرور ہوا۔ اس دور کے چند اہم نام یہ ہیں محسن نقوی، پروین شاکر، سہیل احمد خان، جاوید انور، سعید احمد، شاہدہ حسن ،ناہید قاسمی، جاوید انور، نجیب احمد، ایوب خاور قابلِ ذکر ہیں۔

مندرجہ بالا عناصر جس میں تقسیم آزادی، ہجرت، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں، ۱۹۷۷ کا مارشل لاء، سقوط ڈھاکہ شامل ہیں نے پاکستان ادب خواہ وہ نظم تھی یا نثر کو متاثر کیا اور اس ہر دور رس اثرات مرتب کیے۔ ان عناصر سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ پاکستان کے ادب کا ایک بڑا حصہ سیاسی مزاج کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اپنے ادب کا موازنہ بھارت کے ادب سے کرتے ہیں تو صاف پہچانے جاتے ہیں۔ ہمارے موضوعات میں وہ وسعت نہیں آئی جو جمہوری معاشروں میں ممکن ہوتی ہے۔ یہ وسعت ہمیں بھارت کے ادب میں دکھائی دیتی ہے۔ مگر تخلیقی

اور ہستی سطح پر ہمارا ادب نہیں آگے دکھائی دیتا ہے۔ قوم جس راستے سے گزرتی ہے۔ اس کے نقوش اس کی تہذیب مزاج اور ادب پر ثبت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی قوم بھی جس راستے سے گذری اور جہاں تک پہنچی اس کے اثرات اس کے ادب پر دکھائی دیئے۔ اور یہی نقوش پاکستانی ادب کی آگے چل کر شناخت و پہچان بنی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد ۲۰۱۳، ص ۱۱

۲۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، تاریخ ادب اُردو ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۲۱

۳۔ ایضا، ص ۱۱

۴۔ رشید امجد، ڈاکٹر، ابتدائیہ پاکستانی ادب، پہلی جلد، مرتبین رشید امجد، فاروق علی، راولپنڈی، فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، ۱۹۸۶ص ۹

۵۔ ابوالخیر کشفی، سید، ادب اور قومی شعور پاکستانی ادب، پہلی جلد، مرتبین رشید امجد، فاروق علی، راولپنڈی، فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، ۱۹۸۶ص ۵۱۴، ۴۹۳

۶۔ غفور شاہ قاسم، پروفیسر پاکستانی ادب ۱۹۴۷ سے تاحال، معراج دین پرنٹرز لاہور، ۱۹۹۵، ص ۱۸

۷۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی، ۲۰۱۵ء، ص ۵۶۳

۸۔ رشید امجد، ڈاکٹر، پاکستانی افسانے کا سیاسی و فکری پس منظر مشمولہ شاعری کی سیاسی و فکری روایت، لاہور، دستاویزات مطبوعات، ۱۹۹۳ص ۴۰-۴۱

۹۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، پاکستانی زبان و ادب (مسائل و تناظر)، ص ۲۴۴

۱۰۔ شہزاد منظر، پاکستان میں اردو افسانے کے پچاس سال، پاکستان سٹڈی سنٹر، جامعہ کراچی، اگست ۱۹۹۷ ص ۱۰۷

۱۱۔ نوازش علی، ڈاکٹر، پاکستان میں اُردو ادب کے پچاس سال، شرکت پرنٹنگ پریس لاہور، ۲۰۰۲ء، طبع دوم، ص ۳۳۱

۱۲۔ ایضا، ص ۶۹

۱۳۔ ایضا ص ۹۲